ادارۃ خدمۃ القرآن الکریم کراچی

دورۃ القرآن الکریم و علومہ

سبق نمبر (18)

زیرِ تدریس خادم القرآن الکریم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

رئیس مرکز الافتاء و الارشاد گلستانِ جوہر کراچی

ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00

بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی

دورۃ القرآن الکریم و علومہ

رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993

بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

ارض القرآن

بیان الادیان عند نزول القرآن

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

فہمِ قرآن اور دورِ جاہلیت :

قرآن کریم نے اپنی دعوت کی صف جس زمین پر پہلے بچھائی اس میں کون کون سے مذہبی تصورات پہلے سے موجود تھے اور کون کون سی ملتیں اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھیں۔ فہم قرآن کے لیے ان تمام حالات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا۔

جب مسلمانوں میں دورِ جاہلیت کو سمجھنے والے نہ رہیں گے تو اسلام کے اصول وفروع کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی جائیں گی۔

ہم یہاں عہدِ جاہلیت کا وہ پس منظر پیش کرتے ہیں جس پر قرآن عزیز نے اپنی دعوت کی پہلی صف بچھائی۔ یہاں ارض القرآن سے ہماری مراد یہی ہے کہ وہ کون سا ماحول تھا جہاں آفتابِ رسالت کی پہلی کرنیں پھوٹیں۔

☆☆☆☆

اس وقت کی معروف دنیا بلحاظ اعتقاد ان طبقوں میں منقسم تھی۔ اور انہیں میں خدا کی یہ عالمی آواز لگی تھی۔

① عرب

ان میں ۱۔ دہریہ، ۲۔ مشرکین، ۳۔ یہود، ۴۔ نصاریٰ، ۵۔ مجوس (آتش پرست)، ۶۔ صابئین (ستارہ، پرست) سب طرح کے لوگ تھے لیکن زیادہ لوگ بت پرست تھے تاہم وہ اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو ظاہر کرتے تھے۔

② ایران

ان میں ۱۔ پیروان زرتشت، ۲۔ پیروانِ مانی، ۳۔ یہود و نصاریٰ، ۴، مزدکی اور اشترا کی عقائد کے حامی پائے جاتے تھے زیادہ آبادی پیروانِ زرتشت کی تھی۔ انہیں مجوس بھی

کہا جاتا تھا۔

③ روم

یہاں کے زیادہ لوگ عیسائی تھے، یونانی اثرات کے تحت ان میں اجرامِ فلکی کے پرستار یعنی چاند اور ستاروں کی پرستش کرنے والے بھی پائے جاتے تھے۔ جس دن سورج کی پوجا ہوتی اسے یہ Sun-day کہتے اور جس دن چاند کی پوجا کرتے اسے Moon-day کہتے تھے یہ اسی نظریہ کا اثر ہے جو آج دنوں کے ناموں میں آپ کو Sunday اور Monday کے نام ملتے ہیں۔

④ ہندوستان

① ہندو مشرکین اصنام، عناصر، اجرامِ فلکی، نباتات اور حیوانات وغیرہ کے پرستار تھے یہ لوگ باوجود اپنے ایک دینی تصور کے مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ ہستی باری تعالیٰ کے منکر بھی تھے۔ مگر نوعِ انسانی کی شکستی کے لیے ایک نظامِ عمل کے قائل تھے۔
② بدھ بھی ایک اچھی تعداد میں یہاں موجود تھے۔ ③ جینی (جین مت کے پیرو) بھی یہاں موجود تھے۔

☆☆☆☆

مختلف خطۂ زمین کے دینی رجحانات

جن جن ملکوں میں باقاعدہ مرکزی حکومتیں قائم تھیں ان میں دینی خیالات اس قدر منتشر نہ تھے جس قدر کہ دوسرے ملکوں میں تھے وہاں اعیانِ سلطنت اور حکومت کا مذہب ہی ''عوامی دین'' سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ روم و ایران کی سلطنتیں بایں طور کہ صدیوں کی تہذیب اپنے ساتھ لیے ہوئے تھیں اپنے دینی تصورات میں تقریباً ایک تھیں اور ان میں نظریات کی کثرت اور مذہبی گروہ بندی اس طرح نہ تھی جس طرح ان ممالک میں تھی جہاں کوئی مرکزی نظامِ حکومت نہ تھا۔

عرب میں مختلف نظریات کی جامعیت

نزولِ قرآن کے وقت ادیانِ عالم کی کیا کیفیت تھی اس کے لیے اوپر کے نقشے کو پھر دیکھیے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف دینی تصورات اور طرح طرح کے عقائد میں سر زمین عرب کو جامعیت حاصل تھی۔ یہاں تقریباً ہر خیال کے لوگ موجود تھے ہندوستان کے

مشرکین، شام کے یہود، روم کے نصاریٰ، ایران کے مجوس الغرض ہر طبقے کی اعتقادی جھلک یہاں پر موجود تھی۔ عرب میں مشرکین، یہود و نصاریٰ اور مجوس سب موجود تھے اور یہ سب مذاہب ظلمت والحاد کے طوفانوں میں غوطے کھا رہے تھے کہ قرآن کریم نے اسلام کی دعوت پیش کی۔ اس کے لیے اسی سرزمین کو چنا گیا اور پہلے یہی خطہ زمین ''ارض القرآن'' بنا۔ جس نے پھر تمام دنیا کے مذاہب اور تصورات کی کایا پلٹ دی جس طرح عرب میں الحادی نظریات کی جامعیت تھی اسلام میں اسی طرح اصلاحی نظریات کی عجب شان جامعیت پائی گئی۔ قرآن کریم ایک مقام پر ان مختلف ملتوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے:۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا (پ۱۷، الحج ۱۰)

پیروان ابراہیم کا ذکر یہاں ان الذین امنوا میں آ گیا ہے اور ہندوستان کے ہندو والذین اشرکوا میں یہاں مذکور ہوئے اسلام جس طرح تمام الحادی نظریات کے خلاف ایک شان جامعیت رکھتا ہے عرب میں ان تمام الحادی نظریات کی جامعیت تھی۔ پیروان حضرت ابراہیم جو اپنے وقت میں بیشک ان الذین امنوا تھے اب قرآن کی نئی اصطلاح میں وہ اس بات کے پابند ہوں گے کہ وہ اس عہد کے پیغمبر کی امت میں آئیں اور آپ پر ایمان لائیں۔

عرب میں کوئی ایک حکومت سب کو ایک ہی نظریہ پر نہ لگائے ہوئے تھی۔ عرب میں خصوصاً شمالی عرب میں کوئی باقاعدہ نظام حکومت موجود نہ تھا اور آزادی رائے اور حریت فکر و عمل کی راہ میں کسی تمدن کی زنجیریں حائل نہ تھیں ان حالات نے مختلف عقائد اور مختلف نظریات کے فروغ میں عرب کو جامعیت کا شرف بخشا اور پورے کرہ زمین میں صرف عرب کی زمین ہی تھی جس کی تہ میں مختلف عقائد و تصورات کا عالمی جال بچھا ہوا تھا۔ عالمی ہادی آقائے نامدار آنحضرت ﷺ کی بعثت اِسی سرزمین میں ہوئی یہاں ایک عقیدہ پر جمع ہونے کے لیے لوگ تاریخی طور پر آزاد تھے تاہم کعبہ شریف کا وجود انہیں ایک قدیمی نسبت دیئے ہوئے تھا اور وہ ایک ملت ابراھیمی کا رشتہ تھا اسی سرزمین سے عالمی ہدایت کا آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی نسبت تھی اور یہ لوگ کعبہ کے متولی بھی تھے، جس طرح حج تمام انواع عبادات وہ زبانی ہوں یا بدنی یا مالی کا

دورۃ القرآن الکریم و علومہٖ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

جامع ہے۔ یہ تمام پہلے ادیان کا جامع ذکر آپ اوپر سورۃ الحج میں دیکھ آئے ہیں۔ عرب میں اس وقت کون کون سی ملتیں اپنے ڈیرے ڈالے ہوئی تھیں۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا. أن اللہ یفصل بینھم یوم القیمة ان اللہ علی کل شئی شھید. (پ۱۷، الحج ۱۷)

ترجمہ: بیشک جو لوگ پہلے سے ایمان پر ہیں اور جو یہودی ہوئے اور جو صابئین ہیں اور جو عیسائی ہیں اور جو مجوسی ہیں اور جو لوگ مشرک ہوئے بیشک اللہ ان میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن بیشک اللہ کے سامنے ہے (ان کی) ہر چیز۔

والذین اشرکوا میں عرب کے مشرک اور ہندوستان کے مشرک سب آ گئے یہاں اس پر بھی متنبہ کر دیا گیا کہ یہ سب حق پر نہ سمجھے جائیں ورنہ قیامت کے دن ان میں فیصلے کی کیا ضرورت تھی؟ اور ہر ایک کے عقائد و اعمال پر خدا کی نظر ہے یہ کس لیے کہا گیا؟ صحیح دین اللہ کے ہاں ایک ہی ہے ان الدین عند اللہ الاسلام یہاں ظرف مقدم ہے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

امام ابوجعفر الطحاوی (۳۲۸ھ) اپنے عقیدہ میں لکھتے ہیں۔

ودین اللہ فی الارض والسماء واحد وھو دین الاسلام.

ترجمہ: اور اللہ کا دین زمین اور آسمان میں ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہی ہے۔

☆☆☆☆

مذاہب عرب کی تقسیم ایک اور پہلو سے

۱۔ عرب محصلہ

یہ لوگ مستقل ملتیں رکھتے تھے اور کسی نہ کسی معروف مسلک کے پیرو تھے جیسے پیروان حضرت ابراہیم یہود و نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس وغیرہ ان کی گمراہی میں قوتِ نظریہ کی بجائے قوتِ عملیہ کو زیادہ دخل تھا نظریات اس میں پھر اس کے مطابق ڈھلتے چلے گئے۔ یہاں کے مشرکین اپنے آپ کو ملت ابراہیمی سے جوڑتے تھے گو کچھ وہ پیروان حضرت ابراہیم

بھی ملتے ہیں جو عقیدۂ توحید رکھتے تھے دوسرے مشرکین عرب معطلہ میں آگے آئے ہیں۔

۲۔ عرب معطلہ

یہ لوگ کسی مذہب کے پیرو نہ تھے اُن کی قوتِ نظریہ انتہائی پستی میں تھی اور یہ لوگ محض منفی موقف رکھنے کی وجہ سے کوئی ملت نہ بنے تھے۔ یہ پھر آگے خود مختلف طبقات میں منقسم تھے جیسے دہریہ، منکرینِ بعثت، منکرین رسالتِ بشری، مشرکین عامہ وغیرہ۔

عرب معطلہ کے مختلف طبقات کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ملتا ہے۔

① دہریہ

قرآن کریم نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے۔

وقالوا ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیاوما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الایظنون. (پ۲۵ الجاثیہ۲۴)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں ’’اور کچھ نہیں‘‘ بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا...... ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں ہماری موت صرف دہر (زمانے کے چکر) سے ہے اُن کو کچھ خبر نہیں۔ محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

اس نظر و فکر کے ابطال کے لیے قرآن کریم نے انہیں کارخانۂ کائنات کی انفسی اور آفاقی آیات کی طرف متوجہ کیا۔ صرف اسی طریق سے ان کی قوتِ نظریہ کو جلا حاصل ہو سکتی تھی۔ قرآن کریم میں یہ مضامین مختلف مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان آیات کا طرز بیان بہت موثر اور بڑا ہی دلآویز ہے۔

۱۔ **ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنھار...... الآیۃ** (پ۲ البقرہ۱۶۴)

ترجمہ: بیشک زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لیے خدا کی قدرت کے کھلے نشان ہیں۔

۲۔ **اللّٰہ الذی رفع السمٰوات بغیر عمدٍ ترونھا.** (پ۱۳ الرعد۲)

ترجمہ: اللّٰہ وہ ذات ہے جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے جنہیں تم دیکھ پاؤ اٹھا رکھا ہے۔

۳۔ اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوت والارض. (پ۹ الاعراف ۱۸۵)

ترجمہ: کیا انہوں نے آسمان اور زمین نہیں دیکھی۔

۴۔ اللّٰہ الذی خلق السماء والارض وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامره وسخر لکم الانهارO وسخرلکم الشمس والقمر دائبین وسخرلکم اللیل والنهارO

(پ۱۳ ابراہیم ۳۳)

ترجمہ: اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی اتارا سو نکالے اس پانی سے پھل رزق تمہارے لیے اور تمہارے لیے کشتیوں کو ماتحت کیا جو سمندروں میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور کام میں لگایا ندیوں کو اور سورج اور چاند کو تمہارے لیے کام میں لگایا ایک دستور پر چلنے والے اور دن اور رات کو تمہارے لیے کام پر لگایا۔

☆☆☆☆

۲۔ منکرین آخرت

یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار نہیں کرتے تھے۔ مگر دوسرے حیوانات کی طرح انسانوں کی موت کو بھی فنا کلی سمجھتے تھے۔ موت کے بعد انسان کے پھر جی اٹھنے کے قائل نہ تھے۔ اور حساب و کتاب کے منکر تھے۔

قرآن عزیز نے مفہوم موت پر ان کی اصلاح کی اور بتایا کہ موت فنا کلی کا نام نہیں بلکہ یہ انتقال من الدار الی الدار ہے۔ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں جانا ہے اس موضوع پر قرآن کریم نے تخلیق انسانی کے مختلف مراحل سے بھی استدلال کیا ہے۔

(۱) ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة. (پ۱۷ الحج ۵)

ترجمہ: اگر تم ہو پھر اٹھنے کے شک میں سو ہم نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر ایک قطرہ سے پھر جمے خون سے اور پھر ایک لوتھڑے سے۔

(۲) وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه قال من یحی العظام وهی رمیمo قل یحیها الذی انشاء ها اول مره وهو بکل خلق علیم. (پ۲۳ یٰسین ۷۹)

ترجمہ: اور انسان نے ہم پر باتیں کرنی شروع کر دیں اور اپنی پیدائش

کو بھول گیا کہنے لگا ان ہڈیوں کو جب وہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی
پھر سے کون زندہ کرے گا؟ آپ انہیں کہدیں ان کو وہی زندہ کرے
گا جس نے انہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور قرآن کریم نے اللہ رب العزت کی قدرتِ عامہ سے اس پر شہادتیں پیش کی ہیں۔ وہ لوگ بڑے تعجب سے کہتے تھے۔

(۳) ء اذا متنا و کنا ترابًا و عظامًاء انا لمدینون. (پ۲۳ صفت ۵۳)

ترجمہ: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو
کیا ہم جزاء دیئے جائیں گے؟

و کانوا یقولون اذا متنا و کنا تراباً وعظاماًء انا لمبعوثون. او
اباۤؤنا الاولون قل ان الاولین و الآخرین لمجموعون الی
میقات یوم معلوم. (پ۲۷ الواقعہ۵۰)

ترجمہ: اور وہ کہا کرتے تھے جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں
ہو جائیں گے کیا ہم پھر سے اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے پہلے
بھی اس طرح اٹھائے جائیں گے؟ آپ کہہ دیں کہ پہلے پچھلے
سارے اس مقرر دن کے وقت (حاضری کے لیے) اکٹھے کیے
جائیں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ ان لوگوں کے لیے ہستی باری تعالیٰ کے اقرار کے بعد سب سے مشکل مسئلہ آخرت کے اقرار کا تھا۔

ان خیالات کی اصلاح کے لیے اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کے عالمگیر نقشے کھینچے ہیں۔ قرآن کریم نے آخرت کی جزا و سزا کا تفصیلی تعارف کرایا ہے کہیں انسان کی غایت تخلیق اور اس کے مقصدِ حیات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب جملہ حیوانات اپنی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد رکھتے ہیں اور ہر ادنیٰ اپنے سے اعلیٰ کے کام آرہا ہے تو انسان بھی تو بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا اسے بھی تو اپنے سے اعلیٰ تر کے کام آنا چاہیے۔

(۴) ایحسب الانسان ان یترک سدیً. (پ۲۹ القیامۃ)

ترجمہ: کیا خیال کرتا ہے آدمی کہ اسے یونہی بے قید رکھا جائے گا۔

③۔منکرین رسالت بشری

یہ لوگ خدا کی ہستی کے تو قائل تھے لیکن رسالت کو نہیں مانتے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر خدا کی طرف سے انسانوں کے لیے کوئی ہدایت ہوتی تو اسے دنیا کے سامنے فرشتے لے کر آتے یہ نہیں ہوسکتا کہ انسانوں میں سے کسی انسان پر خدا اپنے احکام نازل کر دے۔ وہ رسالت بشری کے منکر تھے۔

۱۔ وقالوا مال هذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الاسواق
(پ۱۸، فرقان ۷)

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کیا ہوا اس رسول کو یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔

۲۔ ابعث الله بشراً رسولا. (پ۱۵، بنی اسرائیل ۹۴)

ترجمہ: کیا خدا نے انسان کو پیغمبر اٹھایا ہے۔

۳۔ ابشر يهدونا فكفروا. (پ۲۸، تغابن ۶)

ترجمہ: کیا ایک انسان ہمیں راہ دکھاتا ہے سو وہ (اس کی رسالت کے) منکر ہوئے۔

بشر کا رسول ہو جانا ان کو سمجھ نہ آتا تھا۔ اسی لیے وہ بشری رسالت کے منکر ہوئے۔

۴۔ قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن علىٰ من يشاء من عباده. (پ۱۳ ابراہیم ۱۱)

ترجمہ: انہوں نے کہا تم بھی ہماری طرح انسان ہو...... انہیں ان کے رسولوں نے کہا بیشک ہم بھی تمہاری طرح انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

۵۔ وما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ماانزل الله علىٰ بشر من شئ.
(پ۷ الانعام ۹۱)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جو اس کی قدر کا حق تھا جب انہوں نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ (یعنی انسان پیغمبر نہیں ہوسکتا)

ان کے اعتقاد میں بشریت اور رسالت ایک جگہ جمع نہ ہوسکتی تھیں۔ ان لوگوں نے پیغمبروں کو انسان کہہ کر ان کی پیغمبری سے انکار کر دیا۔ یہی انکار رسالت اور استبعادِ رسالت بشری ان کے کفر کا موجب بن گیا۔

اھم انتباہ آج کل مسلمان کہلانے والوں میں بھی کئی ایسے لوگ ملیں گے جو رسالت کے ساتھ بشریت نہیں مانتے، آپ کے نور ربانی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ بشریت میں رسالت کا انکار کرتے تھے اور یہ رسالت میں بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

ان کا ابطال قرآن کریم نے کئی طریقوں سے کیا ہے

۱۔ نوع انسانی کو بہترین مخلوق اور احسن تقویم (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم. (پ۳۰ التین)) قرار دیا۔ حتیٰ کہ فرشتوں پر بھی اسے فوقیت عطا فرمائی اور انسان کا فرشتوں کا مسجود الیہ (پ۱ البقرہ) ہونا بیان فرمایا ہے۔

۲۔ ان مقدس انسانوں کی عظمت اور عصمت کے شواہد پیش کر کے انہیں دوسرے عام انسانوں سے ممتاز کر دیا۔

ع انسان تو ہے لیکن انسان نرالا ہے

۳۔ دوسرے انسانوں کے لیے پیغمبروں کو نمونہ قرار دیا (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ. (پ۲۱ الاحزاب) اس سے واضح کر دیا کہ منصب رسالت نوع بشر کے لیے کیوں ہے۔ غیر بشر، بشر کے لیے نمونہ کیسے ہوسکتا ہے؟

۴۔ یہ بتلایا کہ فرشتے اس فریضہ رسالت کے متحمل نہیں ہو سکتے اگر انہیں بھیجا بھی جاتا تو وہ بھی صورتِ بشری میں ہی ہوتے (ولوانزلنا ملکاً لقضی الامرثم لاینظرون ولو جعلناہ ملکالجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم مایلبسون. (پ۷ الانعام ۹) اور بات وہیں کی وہیں رہ جاتی۔

(۴)۔ مشرکین

یہ لوگ ہستی باری کے قائل تھے اور اُسے ہی ساری کائنات کا خالق (ولئن سألتھم من خلق السموٰت والارض لیقولن خلقھن العزیز العلیم (پ۲۵

زخرف۹۰) مالک (قل لمن الارض ومن فیها ان کنتم تعلمون سیقولون لله.
(پ۱۸ مومنون ۸۹) رازق (قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی من یدبر الامر فسیقولون الله. (پ۱۱ یونس۳۱) اور مدبر کائنات سمجھتے تھے کسی مخلوق کو وہ خدا کے ساتھ برابر کا شریک نہ مانتے تھے۔ البتہ بعض مقدس ہستیوں کو وہ عطائی طور (وہ مشرکین اپنے حج میں یہ تلبیہ کہتے تھے۔ لبیک لاشریک لک الا شریکاً هو لک تملکه وما ملک. (مسلم عن ابن عباسؓ فتح الملہم جلد۳ ص۳۱۷) اس سے واضح ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو عطائی طور پر خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے۔) اور ان خدائی صفتوں میں وہ ان کی عبادت (مانعبد هم الالیقربونا الی الله زلفی. (پ۲۳ الزمر:۳) کرتے تھے۔ شرک جس غایت تعظیم سے حاصل ہوتا ہے وہ بندگی کے یہ تمام آداب انہی سے وابستہ کرتے تھے جیسے۔

شرک کی مختلف صورتیں

① مافوق الاسباب ان کی پناہ میں آنا۔ جہاں سارے اسباب رہ جائیں وہاں ان کو پکارنا اور اپنی مدد کے لیے بلانا۔
② ان کے نام پر (ان کے تقرب کے لیے نہ کہ انہیں کھلانے کے لیے) جانور ذبح کرنا۔ یہ بھی ان کی غایت تعظیم ہے اسے بھی وہ عبادت کہتے تھے۔
③. ان کی منت ماننا۔ کہ وہ ان کے رکے کام بنا دیں۔
④. ان کے لیے اعتکاف کرنا۔
⑤ ان ناموں کے بتوں کا طواف کرنا۔
⑥ انہیں مشکل کے وقت پکارنا۔
⑦. ان کے نام کی قسم کھانا اور انہیں اپنے بواطن امور پر گواہ کرنا وغیرہ۔

انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ہستیوں کو کائنات کے نفع و نقصان کا مالک اور مختار بنایا ہوا ہے۔ فریادرسی اور حاجت روائی کے لیے انہیں اختیارات سونپ دیئے ہیں۔ اس نے مختلف کام بزرگوں کے سپرد کر رکھے ہیں جنہیں وہ مافوق الاسباب (اس لیے کہ اسباب عادیہ کے ماتحت ایک دوسرے سے مدد لینا ہرگز محل کلام نہیں ہے) طریق پر سر انجام دیتے ہیں۔ وہ اپنے اور خدا کے مابین ان مقدس ہستیوں کو واسطہ فی الثبوت (واسطہ فی

العروض کے طور پر نہیں کہ ہر آن اور لحہ رب العزت کا احتیاج رہے وہ سمجھتے تھے کہ بزرگان کرام اختیارات کے حصول میں تو خدا کے محتاج ہیں لیکن ان کے استعمال اور تصرف میں وہ اب پورے مختار ہیں کسی کے محتاج نہیں) سمجھتے تھے اور ہر ضرورت کے وقت اس کے متعلقہ بزرگوں کی روحوں کی طرف توجہ کرنا ان کا طریق عمل تھا۔ انہی پاکیزہ ہستیوں (سورۃ نوح میں جن بتوں کا تذکرہ ہے ولا تذرن ودا ولا سوا عاولا یغوث و یعوق ونسرا. وہ سب قومِ نوح کے اولیاء اللہ تھے۔ اسماء رجال صالحین من قوم نوح (بخاری جلد ۲ ص۷۳۲) بنو کلب حضرت ودّ رحمۃ اللہ علیہ کے بت کی، ہذیل حضرت سواع ؒ کے بت کی، قبیلہ مذحج حضرت یغوثؒ کے بت کی، قبیلہ ہمدان حضرت یعوقؒ کے بت کی اور قوم حمیر حضرت نسرؒ کے بت کی خصوصی طور پر پرستش کرتے تھے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بت تھے جن میں سے بعض نسبتوں کے حامل تھے اور بعض بغیر نسبت کے بذاتِ خود معبود سمجھے جاتے تھے شرک کی یہ دوسری صورت بعد کے عوامی ماحول کا نتیجہ تھا۔ جعلوا له من عباده جزء ا. (پ۲۵ الزخرف) عبادا مثالکم (پ۲۵ الزخرف) ومایشعرون ایان یبعثون. (پ۱۶ النحل) وغیرھا من الایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ان مشرکین کے معبود بندگان خدا ہی تھے۔ گو اب ان کی نسبت سے یہ بے جان بت ان کے سامنے رکھے ہوتے ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے درست لکھا ہے کہ بت پرستی کی ابتداء قبر پرستی سے ہوئی ہے اور اسی نے اب یہ شرک کی شکل پائی ہے) ان بزرگوں کے ناموں پر ان لوگوں نے بت بنا رکھے تھے ان بتوں کے سامنے آ کر وہ ان بزرگوں کی طرف توجہ باندھتے تھے جن کی یاد میں انہوں نے وہ بت بنائے ہوئے تھے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ بت من حیث العقل بالکل بے جان اور اپنے آپ سے بھی بے خبر ہیں لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ من حیث الاصل (یعنی جن بزرگوں کے نام پر یہ بت تراشے گئے ہیں) وہ ضرور ان کی فریاد کو پہنچیں گے اور ان کی مرادیں پوری کریں گے ان کا عقیدہ تھا کہ حقیقی فریادرس بے شک اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن یہ بزرگ خود اپنے اختیار سے اس کے ہاں بطور (ھؤلا ء شفعاء نا عند اللہ (پ۱۱ یونس)) سفارش کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے مانگا جائے وہ اللہ تعالیٰ سے لے دیتے ہیں ان کے ہاں بت پرستی ایک تصور برزخی کا نام تھا۔ اور اسے وہ شرک نہ سمجھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

کانوا ینحتون من الحجر والصفر و غیر ذلک صورًا یتخذونھا قبلة التوجه الیٰ تلک الارواح حتیٰ یعتقد الجھال شیاء فشیاء تلک الصور معبودة بذواتھا.

(الفوز الکبیر عربی ص۴)

ترجمہ: وہ لوگ پتھر اور دھات سے مجسمے بناتے تھے انہیں بزرگوں کی ارواح مقدسہ کے لیے ایک قبلہ قرار دیتے تھے یہاں تک کہ ان کے آئندہ آنے والے (مزید) جاہلوں نے آہستہ آہستہ ان بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھنا شروع کر دیا۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین عرب کا نظریہ اگر یہی تھا کہ ان کے معبود دراصل وہ انسانی شخصیات ہیں جو رب العزت کے قرب ولایت سے شرف یاب ہیں اور پتھروں کے یہ بت محض ایک قبلہ توجہ ہیں تو پھر قرآن پاک بعض مقامات میں اشراک باللہ کی تردید میں یہ اسلوب کیوں اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم السلام اپنے باپ کو یوں خطاب کرتے ہیں۔

یاابت لم تعبد مالا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئًا.

ترجمہ: اے میرے باپ اس چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سن سکے نہ دیکھ سکے اور نہ آپ کے کسی کام آسکے۔

ان لوگوں کے نزدیک اولیا اللہ کی شخصیات کریمہ کا دور سے نہ سننا اور نہ دیکھنا مسلمات میں سے نہ تھا وہ انہیں یہی سمجھ کر پکارتے تھے کہ وہ حضرات مافوق الاسباب سنتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہیں پھر انہیں مالایسمع ولا یبصر کے ساتھ الزام دینا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ مخالف کو الزام اس کے مسلمات سے دیا جاتا ہے پس جب ان حضرات قدسیہ کا نہ دیکھنا اور نہ سننا ان کے مسلمات میں سے نہ تھا تو ان کے اشراک باللہ کا رد اس انداز سے کیوں کیا گیا ہے؟

الجواب:

اشراک باللہ اپنی ابتدائی منزل میں تو یہی تھا کہ ان کے اصل معبود اولیائے کرام

+92 332 3264993 +92 332 3158542 رابطہ نمبر
www.HazratFerozMemon.org Ghurfa بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ
ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستان جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
دورۃ القرآن الکریم و علومہ

کی ہی شخصیات کریمہ تھیں اور یہ بت محض ایک قبلہ توجہ تھے لیکن رفتہ رفتہ نظران نسبتوں سے دور ہوتی چلی گئی اور عوام مشرکین ان پتھر اور سونے کے بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھنے لگے بت پرستی اور اشراک باللہ کا اصل پس منظر صرف خواص مشرکین تک ہی محدود ہو کر رہ گیا۔
قرآن عزیز اشراک باللہ کی تردید کبھی اس کے اصل پس منظر کے پیش نظر کرتا ہے اور کبھی عوام مشرکین کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ان پتھر کے بتوں اور مورتیوں کو انسانی کمالات سے عاجز بتاتا ہے اس میں انہیں یہ سوچنے کی دعوت ہے کہ جو معبود عام انسانی کمالات سے بھی عاجز ہیں وہ خدائی اختیارات کے مالک کس طرح ہو سکتے ہیں۔

اشراک باللہ کے اس انداز کی تردید میں قرآن کریم کا استدلال یہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

بیان شناعة عبادة الاصنام وسقوط الاحجار من مراتب الكمالات الانسانية فكيف بمرتبة الالوهية وهذا الجواب سوق لقوم يعتقدون الاصنام معبودين لذاتهم. (الفوز الکبیر ص۵)

ترجمہ: قرآن پاک بتوں کی عبادت کی برائی اور پتھروں کے انسانی خوبیوں سے خالی ہونے کو بیان کرتا ہے پس جو انسانی خوبیوں سے خالی ہیں وہ خدائی کے درجہ پر کب ہو سکتے ہیں۔ یہ جواب ان لوگوں کے شرک کی تردید کے لیے ہے جو ان بتوں کو ذاتی طور پر عبادت کے لائق سمجھتے تھے۔

پس اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب میں جہاں اس قسم کا اشراک باللہ پایا جاتا تھا کہ وہ اولیا اللہ کی ارواح مقدسہ کے لیے ان بتوں کو قبلہ توجہ قرار دیتے تھے وہاں اس قسم کا اشراک بھی موجود تھا کہ وہ ان پتھر کے بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھتے تھے یہ بت پرستی کا انتہائی مقام ضلالت اور ایک گمراہ ترین موقف جہالت تھا۔

قرآن پاک جہاں اس دوسری قسم کے مشرکین کی تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ جو چیزیں انسانی مرتبے سے محروم ہیں وہ خدائی شان کی مالک کیسے ہو سکتی ہیں؟ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ پہلی قسم کے مشرکین جن کے معبود بزرگان دین تھے اور وہ پتھروں کو محض

+92 332 3264993 +92 332 3158542 رابطہ نمبر
www.HazratFerozMemon.org Ghurfa موبائل ایپ LIVE بذریعہ انٹرنیٹ
ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00
بمقام: مسجد اختر گلستان جوہر، بلاک ۱۲ کراچی
دورۃ القرآن الکریم و علومہ

قبلہ توجہ سمجھتے تھے ان کے معبود بھی انسانی خوبیوں سے یکسر خالی تھے۔

جو بت مشرکین کا قبلہ توجہ تھے ان کی صورتیں تو پتھروں کی تھیں لیکن ان کے معانی اور مطالب بعض بزرگان دین کی شخصیات کریمہ تھیں لیکن اس شرک نے پھر ایسے شرک کو بھی جگہ دے دی تھی جس میں یہی جمادات معبود بالذات ہو جائیں اور ان پتھروں کے سوا ان کے کوئی اور معانی اور مصداق مراد نہ ہوں۔ان بتوں کے نام ان کے اپنے رکھے ہوئے تھے۔

ماتعبدون من دونه الا اسماء سميتموهاانتم و اباء كم.

(پ۱۲ یوسف ۴۰)

ترجمہ:اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو یہ سوائے اس کے نہیں کہ چند نام ہیں جو تم اور تمہارے باپ دادا نے خود رکھ لیے ہیں۔

ان مشرکین کے معبودوں کے نام ان کے اپنے گھڑے ہوئے تھے۔ان ناموں کے مصداق پہلے کے کوئی بزرگ نہ تھے۔

مفسر جلیل علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ ان کے معبود محض جمادات تھے۔

بين عجز الاصنام وضعفها ما تعبدون من دونه اى من دون الله الا ذوات اسماء لا معانى لها. (الجامع لاحکام القرآن جلد۹ص۱۹۲)

ترجمہ: قرآن کریم نے یہاں بتوں کا عجز اور ان کی کمزوری بیان فرمائی ہے اور کہا ہے کہ تم جن کی پرستش کرتے ہو وہ محض کچھ نام ہیں جن کا کوئی مصداق نہیں۔

قرآن پاک جہاں ایسے معبودوں کی کمزوری بیان کرتا ہے وہاں ان سے انسانی صفات کی بھی نفی کرتا ہے اس طریق سے ان کی خدائی کی نفی از خود ہو جاتی ہے اور جہاں ان معبودوں کا عجز بیان کرتا ہے جو واقعی انسانی شخصیات تھے تو ان سے خدائی صفات کی نفی کرتا ہے ان سے انسانی صفات اور کمالات کی نفی نہیں کی جاتی کیوں کہ یہ بات ان کے مسلمات میں سے نہ تھی کہ وہ دیکھتے اور سنتے نہیں پس یا ابت لم تعبد مالا يسمع ولا يبصر میں ان دوسرے قسم کے مشرکین کا رد ہے جن کی نشاندہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کی ہے۔

مقبولان بارگاہ ایزدی کو خداتعالیٰ کے ساتھ عطائی طور پر شریک کرنے والے اور پھر ان بتوں کو ہی معبود بالذات سمجھنے والے مشرکین کے علاوہ اس وقت ان نظریات کے

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
www.HazratFerozMemon.org Ghurfa موبائل ایپ LIVE بذریعہ انٹرنیٹ

مشرکین بھی موجود تھے۔

۱۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی عبادت کرنے والے (وجعلوا الملئکۃ الذین ھم عباد الرحمن اناثا (پ۲۵ الزخرف) ویجعلون للّٰہ البنات سبحنہ ولھم مایشتھون (پ۱۴ النحل) ثم یقول للملٓئکۃ اھؤلا ایاکم کانوا یعبدون (پ۲۲ سبا))

۲۔ جنات کو خدا کی اولاد کہہ کر ان کی پرستش کرنے والے (وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا (پ۲۳ صافات) کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن (پ۲۹ الجن))

۳۔ عناصر، اجرام فلکی اور ارواح خبیثہ کے پرستار وغیرہم۔ (قال النبی من قال مطرنا بنوء کذا وکذا فذلک کافربی مومن بالکواکب (بخاری جلد ا ص ۱۱۷))

فریق اول کی اصلاح کے لیے قرآن عزیز نے رب العزت کی ہمہ گیر قدرت اور اس کے علم محیط کی طرف توجہ دلائی۔ وزیروں اور مشیروں کو جو سلاطین کی طرف سے اختیارات ملتے ہیں وہ اس لیے ہوتے ہیں کہ سلاطین کے لیے ہر کام کو خود پہنچنا اور ہر جگہ براہ راست خود موجود ہونا عملاً محال ہوتا ہے شہنشاہی کے باوجود وہ انسانی کمزوریوں سے بالا نہیں ہوتے ان کا علم صرف حاضر تک محدود ہوتا ہے اور رعایا کے غیب اور شہود بیک وقت ان کے سامنے مستحضر نہیں رہتے پس وہ مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے نائبین کو اختیارات تفویض کریں تاکہ تمام سلطنت منظم ہو پائے۔ مختل نہ ہو پائے، بخلاف اس کے رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ ہر کمزوری سے پاک ہے۔

اللہ رب العزت کو دنیا کے ان مادی اور فانی حکمرانوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا وہ مشرکین ان مقبولان بارگاہ ایزدی کو (اور ان کے تصور برزخی میں) مٹی اور پتھر کے بتوں کو یہی کہہ کر پوجتے تھے کہ دنیوی نظام حکومت کی طرح یہ شخصیات کریمہ اور یہ صور ظاہری بھی دربار رب العزت کے وسائل اور وسائط ہیں۔ اس غلط فکری کی اصلاح یہ کہہ کر کی گئی کہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت کے لیے کوئی دنیوی اور مادی مثال نہیں دی جاسکتی اسے ایک ضابطے کے طور پر بیان فرمادیا۔

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر لہ مقالید السمٰوات

و الارض یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انه بکل شیء علیم
(پ۲۵ شوریٰ ۱۲)

ترجمہ: نہیں ہے اس جیسا کوئی اور ...... وہی ہے ہر جگہ سامع و ناظر۔
اسی کے پاس ہیں آسمانوں کی اور زمین کی چابیاں ...... جسے چاہے رزق فراخی سے دے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردے ...... وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

کہیں فرمایا:

فلا تضربوا للّٰه الامثال. (پ۱۴، النحل۷۴)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے لیے تم (اپنی) مثالیں ہرگز نہ لاؤ۔

رب العزت کی ہمہ گیر قدرت کا یوں اظہار فرمایا۔

وهو الذی فی السماء اله وفی الارض اله. (پ۲۵، زخرف۸۴)

ترجمہ: اور وہی ہے جس کی بندگی آسمان میں ہے اور وہی ہے جس کی بندگی زمین میں ہے۔

یعنی نہ آسمان میں فرشتے اور شمس وقمر معبود بن سکتے ہیں نہ زمین میں اصنام و اوثان وغیرہ سب زمین وآسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرش سے عرش تک کا مالک اور تمام عالم کون میں اپنے علم و اختیار سے متصرف ہے۔

اس کی شان قیومیت کو یوں بیان کیا:

لاتأخذه سنة ولانوم ...... ولايؤده حفظهما.(پ۳، البقرہ۲۵۵)

ترجمہ: نہیں آتی اس کو اونگھ اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور نہیں تھکا تا اسے زمین وآسمان کا تھامنا اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے۔

اس کے علم محیط کو اس طرح بیان کیا۔

یعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولایابس الا فی کتاب مبین. (پ۷ الانعام۵۹)

دورۃ القرآن الکریم و علومہ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

ترجمہ: وہ جانتا ہے جو کچھ ہے جنگلوں اور دریاؤں میں اور نہیں گرنے پاتا کوئی پتہ بھی مگر یہ کہ وہ اسے جانتا ہے اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ اس کے ہاں لوح محفوظ میں موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ سارے انسان اس کے محتاج ہیں اور وہی ذات ہے، جو بے پرواہ اور مختار ہے۔

واللہ الغنی وانتم الفقراء. (پ۲۶ محمد ۳۸)

ترجمہ: اور اللہ ہی ہے بے پرواہ اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

پھر قرآن کریم نے متعدد ایسے واقعات بیان فرمائے جن میں فرشتے کیا اور انبیاء واولیاء کیا سب رب العزت کی نظر کرم کے محتاج نظر آتے ہیں۔ ساری مخلوق اسی کے دروازے پر فریاد خواہ کھڑی ہے انبیاء بھی اپنی ضرورتوں کے لیے اسے ہی پکار رہے ہیں۔ اسی کے سامنے اولاد کے لیے دست سوال دراز کرتے ہیں اور زندگی کی مشکلات میں سب اسی کے حضور میں فریاد کرتے ہیں ہر تنگی اور کشائش کی چابی صرف اسی کے دست قدرت میں ہے۔

پھر قرآن کریم نے انبیاء کرام کی اپنی زندگیوں کو ان کی پوری کٹھن منزلوں کے ساتھ پیش کیا۔ ان کی ابتلاؤں، قربانیوں اور مشکلات کو بہت کھول کھول کر بیان کیا۔ ان حقائق و واقعات میں ہر چشم بصیرت کے لیے یہ سرمہ ہدایت پیش کیا کہ رب العزت اپنی صفات خاصہ میں عطائی طور پر بھی کسی کو شریک نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں مشرکین کے نظریات کا اصلاحی نقشہ عمل یہ رہا ہے۔

مشرکین کا ایک طبقہ یہ تھا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر انہیں خدا کی عبادت میں شریک کرتا تھا اس کی اصلاح کے لیے خطابی انداز اختیار فرمایا۔ اس کے شبہات نہایت رکیک بلکہ تردید سے بھی مستغنی تھے پس اس طبقے کی اصلاح اس خطابی انداز میں فرمائی۔

واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجھہ مسودا وھو کظیم. (پ۲۵، زخرف ۱۷، پ۱۴، نحل ۵۸)

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو خبر دی جائے اس چیز کی جسے وہ

رحمٰن کے نام لگاتے ہیں تو سارا دن ان کا چہرہ اترا ہوا رہتا ہے اور وہ
دل ہی دل میں گھٹتا ہے۔

یعنی جب تمہارے لیے بیٹیاں باعث عار ہیں تو پھر تم خدا تعالیٰ کو اپنے سے اعلیٰ اور برتر ذات مانتے ہوئے اس کے لیے بیٹیاں کیوں تجویز کرتے ہو؟ اپنے حالات پر غور کرو۔ پھر اپنے اور خالق کے باہمی فرق پر نگاہ کرو اور پھر سوچو کہ تم خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کر کے کتنی کمزور اور غلط بات کہہ رہے ہو ذرا سوچو تو سہی تم کہہ کیا رہے ہو۔

پھر قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف بھی متوجہ کیا کہ اولاد اور والدین ایک دوسرے کے ہم جنس ہوتے ہیں جب رب العزت کی شان لیس کمثلہ شیٔ ہے تو وہ صاحب اولاد کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی ضمن میں فریق ثالث کے نظریات کا بطلان بھی ہو گیا جو جنات کو خدا کی اولاد کہہ کر انہیں اس کی خدائی میں شریک کرتے تھے ان کے اصلاح کے لیے قرآن کریم نے یہ خطابی انداز اختیار فرمایا ہے۔

وجعلوا للّٰہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنت بغیر علم سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون. بدیع السموٰت والارض انی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ وخلق کل شیء وھو بکل شیء علیم. ذلکم اللّٰہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ وھو علی کل شیٔ وکیل. (پ۷، الانعام۱۰۰)

ترجمہ: اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے شریک (اور وہ بھی) جن حالانکہ اسی نے ان کو پیدا کیا۔ اور گھڑ لیے ان لوگوں نے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیا ں جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور دور ہے ان باتوں سے جو وہ خدا کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ بنانے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو۔ کیوں کر ہو سکتا ہے اس کے ہاں بیٹا حالانکہ اس کی تو کوئی بیوی نہیں۔ اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔ وہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

فریق چہارم (عناصر اور اجرام فلکی کے پرستاروں) کے لیے ارشاد فرمایا:

لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للذی خلقھن

(پ۲۴ السجدہ ۳۷)

ترجمہ: تم نہ سورج کے آگے جھکو اور نہ چاند کے آگے، سجدہ اسی ذات کو کرو جس نے ان سب (اجرام فلکی) کو پیدا کیا ہے۔

پھر قرآن عزیز نے سورج، چاند اور ستاروں کے غروب ہونے سے ان کے معبود نہ ہونے پر استدلال کیا جو غروب ہو جائے وہ محجوب ہو جاتا ہے اور جو محجوب ہو وہ مغلوب ہوتا ہے اور جو مغلوب ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے کہیں کہیں ستارہ پرست قوموں پر غلبہ توحید کے دلچسپ نقشے بھی پیش کیے جن میں ہر طالب متبصر کے لیے وافی سامان ہدایت موجود ہے۔ عرب معطلہ کے مختلف طبقات کے لیے قرآن کریم کا یہ پیرایہ خطاب رہا ہے۔

☆☆☆☆

عرب معطلہ کی اس تفصیل کے بعد اب کچھ عرب محصلہ کا بھی کچھ تعارف کیجئے۔

عرب محصلہ

ان میں بھی کئی گروہ تھے:

۱۔ پیروان حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک قلیل تعداد ان موحدین کی تھی جو اپنے آپ کو ملت ابراہیمی سے وابستہ کرتے تھے۔ زید بن عمرو، قیس بن ساعدہ اور قیس بن عاصم تمیمی کے نام اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے دور میں ایمان کی دولت رکھتے تھے۔

ان کے بعد تاریخی طور پر بنو اسرائیل اٹھے یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور پیروان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے معروف ہوئے۔

۲۔ یہود

یہ قوم دین کی بجائے نسل کے لحاظ سے زیادہ جانی جاتی ہے انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے پر بڑا ناز ہے۔ عام عیسائیوں کی نسبت یہ لوگ اہل علم تھے ان کے مذہبی پیشواء احبار اور عیسائیوں کے رہبان کے طور پر مشہور تھے۔ ان دونوں

کے پیرو اپنے پیشواؤں کی اس طرح پیروی کرتے تھے کہ ان کے ہر فیصلوں کو خدا کے درجے میں مانتے تھے۔

قرآن کریم ہر دو طبقوں کا حال یوں بیان فرماتا ہے۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ. (پ۱۱التوبہ۳۱)

ترجمہ: انہوں نے اپنے احبار (علماء) کو اور اپنے رہبان (درویشوں اور پیروں) کو خدا بنا رکھا ہے۔

اسلام کی تحریک علمی بنیادوں پر اٹھی تھی اور مسلمان بھی ایک مستقل شریعت کے جانشین تھے اس لیے انہیں مسلمانوں سے بغض و عناد زیادہ تھا۔ عیسائی عقیدہ کفارہ کے سہارے شریعت سے جان چھڑا چکے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ نسبتہً درویش منش روپ میں رہتے تھے۔

ولتجدن اشد الناس عداوۃً للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ط ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لایستکبرون. (پ۶، آخر المائدہ)

ترجمہ: اور آپ سب سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور ان اہل کفر میں مسلمانوں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے آپ نصاریٰ کو پائیں گے یہ اس لیے کہ ان نصاریٰ میں کچھ مبلغ ہیں اور کچھ درویش اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

آج کل کے عیسائیوں میں کتنے قسیس اور درویش ہیں یہ اس کی تفصیل کا موقع نہیں مسیحی قوموں میں جہاں کہیں اور جب کبھی یہ علت پائی جائی گی اس کا معلول بھی ضرور سامنے آئے گا کہ وہ مسلمانوں سے محبت کرنے والے ہوں گے اور جب یہ اقوام بھی مسلمانوں کی دشمن ہو جائیں تو سمجھ لیجیے کہ یہ لوگ اپنی امتیازی صفات کھو چکے ہیں۔

یہود کی خاندانی نخوت یہاں تک تھی کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے بیٹے کہتے تھے۔ نحن ابناء اللّٰہ واحباء ہ. کے نسلی غرور نے انہیں اس غلط امید میں مبتلا کر رکھا تھا کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودت. ہم سات دن یا چالیس دن (جتنے دن بچھڑے کی پوجا

+92 332 3264993 +92 332 3158542 رابطہ نمبر
www.HazratFerozMemon.org Ghurfa موبائل ایپ LIVE بذریعہ انٹرنیٹ
ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
دورۃ القرآن الکریم وعلومہٗ

ہوتی رہی تھی) یا چالیس سال (جتنی مدت یہ وادی تیہ میں سزا یافتہ رہے) دوزخ میں رہ کر بالآخر ضرور جنت میں داخل ہوں گے نبوت کو یہ لوگ خاندانی وراثت سمجھتے تھے۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء میں ان کی اسی فکر کی اصلاح ہے۔

دوسرا بڑا مرض اُن میں حب مال تھا اور اسی لیے وہ دین فروشی کرتے تھے۔ اور مسائل پر بڑی بڑی رشوتیں لیتے تھے۔ اکلھم السحت انہی کے حق میں وارد ہے ان کا ضمیر مجرم تھا اور ذہن سازشوں کا گھر ہو چکا تھا۔ بدعملی میں یہاں تک بڑھ چکے تھے کہ انبیاء تک کو قتل کر دیتے تھے۔ ویقتلون الانبیاء بغیر حق میں انہی کے اس سیاہ کردار کا تذکرہ ہے۔

ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوہ میں ان کی اسی قساوتِ قلبی کا بیان ہے۔ ان کی شقاوت کی انتہا یہ تھی کہ آسمانی کتابوں میں تحریف کرتے تھے۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھٰذا من عند اللہ. (پ۱، البقرہ۷۹)

ترجمہ: سو خرابی ہے ان کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم طاہرہ پر ان لوگوں نے بڑے گندے الزام لگائے بالآخر ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی۔

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباء و ابغضب من اللہ.

(پ۱، البقرہ۶۱)

ترجمہ: ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی اور آئے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں۔

یہاں تک کہ روئے زمین پر اب یہ لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے کہیں عزت نہیں پا سکتے یہ جہاں کہیں بھی ہیں دوسری قوموں کے سہارے پر کھڑے ہیں۔ عیسائی لوگ اعتقادی گمراہی میں گو ان سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے مخلوق کو خالق کا درجہ دے رکھا تھا مگر عملی اعتبار سے یہود ان سے زیادہ پست رہے ہیں۔ برے عملوں نے انہیں بداعمالیوں کی انتہا پر پہنچا رکھا تھا۔ سورۂ بقرہ میں ان کے اس سیاہ کردار کی پوری تصویر پیش کی گئی ہے۔ ان میں

دورۃ القرآن الکریم وعلومہٖ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
www.HazratFerozMemon.org بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa

صرف چند لوگ تھے جو اس قساوت و شقاوت سے محفوظ رہے۔ قرآن کریم ان کا یوں تعارف کراتا ہے۔

لیسوا سواء من اهل الكتاب امة قائمة يتلون ايات الله اناء الليل وهم يسجدون. (پ۴ آل عمران ۱۱۳)

ترجمہ: یہ سب برابر نہیں ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو سیدھی راہ پر قائم ہیں وہ اللہ کی آیات رات کے اوقات میں پڑھتے ہیں اور سجدہ ریز بھی ہوتے ہیں۔

یہ چند حضرات مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ باقی قوم یہود مجموعی طور پر انتہائی پرخطر رہی آنحضرت ﷺ نے آخر وقت میں جس وصیت کے لیے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کاغذ طلب فرمایا تھا اس وصیت میں یہ ارشاد بھی شامل تھا۔

اخرجوا يهود اهل الحجاز و اهل نجران من جزيرة العرب.

(مسند امام احمد عن ابی عبیدۃ ص ۲۴۸)

ترجمہ: کوئی یہودی جزیرۂ عرب میں نہ رہنے پائے نہ حجاز میں نہ نجران میں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے اس ارادے کا بھی اظہار فرمایا:

لاخرجن اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب حتى لا ادع الامسلماً (صحیح مسلم جلد۲، ص۹۴)

ترجمہ: میں یہودو نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے باہر رکھنا چاہتا ہوں یہاں صرف مسلمان ہی بسیں۔

مکہ و مدینہ مراکز اسلام ہیں یہاں صرف مسلمان ہی رہ پائیں یہاں کسی غیر مسلم کو رہنے کا موقع نہ دیا جائے یہ کوئی دوسری قوموں سے نفرت کا اظہار نہیں اپنے مراکز کو دوسری قوموں کے اطوار سے بچانے کی محض ایک احتیاط ہے۔

بعض ان میں سے تشبیہ کے قائل تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم Body اور مکان ثابت کرتے تھے Volume وہ کہتے تھے خدا چھ دن کام کرتا ہے اور ساتویں دن چھٹی کرتا ہے۔ ہفتہ کا دن اس کے آرام کے لیے ہے۔ وہ یہ بھی نہ سوچ پائے کہ جو لامحدود

قدرت رکھتا ہو وہ کیسے کسی کام سے تھک سکتا ہے کہ اسے چھٹی کی ضرورت ہو۔

ولقد خلقنا السمٰوات والارض ومابینهما فی ستة ایام وما مسنا من لغوب. (پ۲۶ ق۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن میں بنائے اور تکان ہمارے قریب نہ آئی۔

کہیں فرمایا:

ولایؤده حفظهما وهو العلی العظیم. (پ۳ البقرہ ۲۵۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کی حفاظت کرنا تکان میں نہیں ڈالتا وہ بلند ذات ہے اور بہت عظمت کے لائق ہے۔

مخلوق کی صفتیں خالق میں ثابت کرنا تشبیہ کہلاتا ہے۔ کئی یہود اس کے قائل تھے نصاریٰ مخلوق کی صفتیں خالق میں نہیں خالق کی صفتیں مخلوق میں لاتے ہیں۔ عرب محصلہ میں یہی دو گروہ ممتاز تھے۔ پیروان زرتشت اہل کتاب میں شمار نہ ہوتے تھے۔

۳۔ صابئین

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

صابئین ایک فرقہ ہے جو ہر ایک دین سے انہوں نے اچھا سمجھا اختیار کرلیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں اور فرشتوں کو بھی پوجتے ہیں۔

(موضح القرآن ص ۱۱ طبع قدیم)

اس سے پتہ چلا کہ یہ ابتداء میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہوئے اور غالباً اسی لیے اہل کتاب میں شمار ہوئے۔ لیکن بعد ازاں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں نہ چلے ان کی بجائے یہ عالم ارواح کی طرف بڑھے اور فرشتوں کی پوجا کرنے لگے ان کے متوازی بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیرو ہوئے اور ان میں کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں چلے۔ انہوں نے داؤد علیہ السلام کا دور بھی دیکھا اور انہوں نے ان سب سے کچھ کچھ اپنی پسند کی باتیں لے لیں۔ یہ داؤد علیہ السلام کی زبور بڑی دلسوزی سے پڑھتے تھے لیکن!

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک زیادہ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ صائبین عراق میں ایک فرقہ تھا۔ جس کے مذہبی اصول حکمائے اشراقیین اور فلاسفہ کے اصول سے ماخوذ تھے۔ یہ لوگ روحانیت کے متعلق نہایت غلو رکھتے تھے۔ بلکہ ان کی پرستش کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ ارواح مجردہ اور مدبرات فلکیہ (فرشتوں) وغیرہ کی استعانت اور امداد سے ہی ہم رب الارباب یعنی بڑے معبود تک پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا ریاضات شاقہ اور کسر شہوات سے روح میں تجرد اور صفائی پیدا کر کے عالم روحانیات کے ساتھ ہم کو اپنا رشتہ پیدا کرنا چاہیے پھر ان کی خوشنودی اور دستگیری سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اتباع انبیاء کی ضرورت نہیں کواکب (ستاروں) کی ارواح مدبرہ اور اسی طرح دوسری روحانیات کو اپنے سے خوش رکھنے کے لیے ہیاکل بناتے تھے اور انہی ارواح کے لیے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ حنفاء (پیروان ابراہیم کے مقابلہ میں صائبین کی جماعت تھی) جن کا سب سے بڑا حملہ نبوت اور اس کے لوازم وخواص پر ہوتا تھا۔ (فوائد القرآن ص ۱۵۹)

اسی وجہ سے یہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیروی میں نہ چلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی پیرو یہاں قبروں پر بھی سجدہ ریز ہوتے لیکن یہ لوگ کہتے تھے زمین پر انہیں صرف روحانیات فلکیہ ہی خدا کے قریب کرسکتی ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے بالمقابل ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن سے ارواح کا کوئی رابطہ نہیں۔ یہ لوگ ارواح مجردہ کی تعظیم کرتے تھے۔

آج کل کچھ ایسے لوگ سامنے آ گئے ہیں۔ جو ان قبروں کو قبریں نہیں مانتے اور صرف روحانیات فلکیہ میں اعتقاد رکھتے ہیں۔ علمائے مفسرین میں علامہ قرطبی اور علامہ بغوی ان کے اہل کتاب ہونے کے قائل تھے۔ بلکہ بعض حضرات نے تو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف بھی یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ انہیں اہل کتاب سے مانتے تھے۔ قرآن کریم میں صائبین کو دوسرے سماوی ادیان کے ساتھ اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا النصاری والصابئین ....
ولا ھم یحزنون (پ۱، البقرۃ ۶۲)

جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور آخر تک شرک میں نہ گئے انہیں حنفاء کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد یہود آئے پھر نصاریٰ اور پھر جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے چلے اور وہ روحانیات فلکیہ کے معتقد اور تصور نبوت سے فارغ ہو

گئے وہ صابئین کہلائے۔ یہ چار پہلے آسمانی مذاہب ہوئے۔ یہاں تک حضور اکرمؐ معبوث ہوئے اور وہ اس عہد کے پیغمبر ٹھہرے اب آسمانی ہدایت حضورؐ پر ایمان لانے سے ملے گی۔

اب اصول یہ قائم ہوا کہ جتنے بھی ادیان و مذاہب ہیں۔ جب تک وہ حضورؐ کی نبوت اور رسالت پر ایمان نہ لائیں وہ آخرت میں نجات کے لائق نہ ہوں گے۔

یہاں نظر یہ وحدت ادیان پر بحث مقصود نہیں ارض القرآن کے اس موضوع میں یہ بتانا مقصود ہے کہ نزول قرآن کے وقت سرزمین عرب میں کون کون سے دینی نظریات موجود تھے۔ صابئین ان دنوں عرب کے شمال مشرق میں شام اور عراق کی سرحدوں میں آباد تھے۔

(دیکھیے تفسیر ماجدی ص ۲۷)